Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کی افسانہ نگاری ایک مطالعہ

A Study of Dr. Muhammad Ahsan Farooqui's Fiction

اصغر عباس
اسسٹنٹ پروفیسر, شعبہ اردو
شہید نسیم احمد کھرل، گورنمنٹ سپیریئر سائنس کالج خیرپور
پرویز احمد
اسسٹنٹ پروفیسر, شعبہ اردو
غلام ربانی آگرو، گورنمنٹ ڈگری کالج، کنڈیارو
ایاز علی جراح
لیکچرار، شہید بینظیر بھٹو، یونیورسٹی، نواب شاہ

Asghar Abbas
Assistant Professor of Urdu
Shaheed Naseem Ahmed Kharal Govt Superior Science College, Khairpur.
Perwaiz Ahmed
Gulam Rabbani Agro, Government Degree College, Kandiaro
Ayaz Ali Jarah
Lecturer, SBBUm SBA Nawabshah
Corresponding Author:perwaiz333@gmail.com

Abstract:

Dr. Ahsan Farooqui opened the eyes of the Nawabs and Maharajas in Lucknow, where Amrao Begum's Kotha was known as a symbol of civilization and she was a torchbearer for the civilizations of the region in terms of her culture, where the people of Lucknow developed the language and those of Delhi. Later, Lucknow was declared as the cradle of civilization. The prose that was being written in this era was also a mirror of this civilization. Wrote novels, short stories, essays, fiction and criticism. If we compile a list of his literary efforts, it is a long list, but here we will only talk about the fiction of Ahsan Farooqi, which is our subject. Ahsan Farooqi first became famous in Urdu literature when he " I wrote a long article on the obituary writer of Mir Anis in Risala Nagar. He criticized certain ideas of Mir Anais, his technique and style, poetic and devotional attitudes. This concept found in your fiction also reached its artistic maturity and conscious level with the passage of time. Sometimes there is a feeling of exhaustion in your fiction, but in this exhaustion or despair, the personality never prevailed, but a bright one. And the bright future was seen. This concept presented a perspective. This intellectual thought presented many forms to us. It gave us a sense of purity which was sometimes hidden in the blur. Feelings and imbalances were completely captured but you always shared love in your fiction in an intangible way.

Key Words: Ahsan Farooqui, Urdu Fiction, Lukhnow, imagery, English Fictions.

اردو ادب کا انحصار آغاز سے ہی قصے کہانیوں پر مبنی ہے لیکن ہر عہد میں یہ اپنے ارتقاء کی منزلیں طے کرتا ہوا جب عہد حاضر تک پہنچا تو افسانے نے اپنی ہیئت، موضوع اور اسلوب کے لحاظ سے کروٹیں لیں۔ منشی پریم چند کو اردو کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں دیہی زندگی اور اس عہد کی

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

معاشی اور سماجی پسماندگی کی تصویر کو نہایت سلیقے سے پیش کیا اور اُردو افسانے کو ابتداء ہی سے ایک سمت عطا کی کہ جس میں انسان کے داخلی جزباتی کیفیات کا بیان اور سماجی گھٹن میں سانس لیتے ہوئے رشتے قاری کو واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں کہ جسے بعد کے آنے والے افسانہ نگاروں نے اپنے اپنے انداز سے پیش کیا۔

پریم چند کے افسانوں میں اگر ہم کہانی کو دیکھیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ تمام تر کہانیاں کسی خلائی یا بیرونی دُنیا کی نہیں ہیں بلکہ اس کی عمارت کی تعمیر اسی روئے زمین پر ہمیں نظر آتی ہے۔ یہ کہانیاں اور ان کے کردار ہمارے سماج کے گردو پیش میں موجود ہوتے ہیں اور اپنی حرکات و سکنات سے اس کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر ایک عام انسان تک اس کی باریکیوں اور پیچیدگیوں تک رسائی ممکن نہیں ہوتی ایک ادیب اور دانشور اپنے ماحول اور اس میں رونما ہونے والے حالات وواقعات کو اپنی عمیق نگاہ سے دیکھتا ہے اور پھر اُن واقعات کو اپنے تخیل اور اسلوب کا جامہ پہنا کر صفحات پر بکھیر دیتا ہے۔

"اچھے افسانے کا وصف یہ ہوتا ہے کہ جلد ہی اپنے سحر میں لے لیتا ہے اس میں عورت کی آغوش کا سا گداز ہوتا ہے۔ یہ متخیلہ کے ایسے در کو وا کرتی ہے جس میں قدم رکھتے ہی انسان ایک نئی دنیا منتقل ہو جاتا ہے۔ یہاں میری مراد اسی دُنیا کی کوئی نئ ڈائمینشن ہے انسان سوچنے لگتا ہے اگرچہ سب کچھ نیا ہے مگر جانا پہچانا اور بہت دلآویز۔ درد مندی، خلوص اور غم گساری کے سحر میں لپٹا ہوا۔۔۔۔۔۔ کہانیاں لوگ محبت سے پڑھتے ہیں شوق سے سنتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ہماری اپنی کہانیاں ہوتی ہیں۔ ان میں ہمدردی کا جادو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تاریخ کا بہت اچھا قاری بھی جب تاریخ کی ورق گردانی کرتا ہے تو وہ تسکین کے بجائے تنافر(Antipathy)اور عناد کے جزبات محسوس کرتا ہے۔[1]

منشی پریم چند کے افسانوں کے مطالعے سے ایک چیز بہت واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے ان کے افسانوں کی فضا بنیاد سے ہی تخیل یا جزبات کے بجائے حقائق اور صداقتوں کے مضبوط اور بلند و بالا ستونوں پر تعمیر نظر آتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اُنھوں نے آغاز ہی کہانیاں تاریخی روایات سے اخذ کیں مگر ان میں اصلاح کا جزبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اُنھوں نے گزشتہ ہستیوں کے عمل و کردار سے استفادہ کرتے ہوئے ان کو اس زاویے سے پیش کیا تا کہ نااُمیدی، مایوسی اور سوئے ہوئے جزبے جاگیں تا کہ مایوسیوں کا دور ختم ہو اور جس سے نیا جوش وولولہ جنم لے سکے۔

ڈاکٹر احسن فاروقی نے نوابین اور مہاراجاؤں کے لکھنو میں آنکھ کھولی کہ جہاں امراؤ بیگم کا کوٹھا تہذیب کی علامت جانا جاتا تھا اور وہ اپنے تمدنی لحاظ سے خطے کی تہذیبوں کے لئے مشعل راہ تھا کہ جہاں اہل لکھنؤ نے زبان کو ترقی دی اور دہلی کے بعد لکھنؤ تہذیب و تمدن کا گھوارہ قرار پایا۔ اس عہد میں جو نثر لکھی جا رہی تھی وہ بھی اسی تہذیب و تمدن کی آئینہ دار تھی۔ احسن فاروقی کی ادبی زندگی کا آغاز 194ء سے 1978ء کے عرصے پر محیط ہے اس عرصے میں احسن فاروقی نے ناول، ناولٹ، انشائیے، افسانے اور تنقیدیں لکھیں۔ اگر ہم ان کی ادبی کاوشوں کی فہرست مرتب کریں تو ایک طویل سلسہ ہے مگر ہم یہاں صرف احسن فاروقی کی افسانہ نگاری پر بات کریں گے کہ جو ہمارا موضوع ہے۔ احسن فاروقی کی اردو ادب میں شہرت پہلی دفعہ اس وقت ہوئی کہ جب انھوں نے "رسالہ نگار" میں میر انیس کی مرثیہ نگار پر ایک طویل مضمون تحریر کیا تھا۔ انھوں نے میر انیس کے بعض خیالات پر ان کی تکنیک اور اسلوب پر شاعرانہ اور عقیدت مندانہ رویوں پر تنقید کی تھی۔

افسانہ نگاری میں ان کا انداز جارحانہ اور بے باکانہ تھا۔ چاہے وہ مذہب کا ذکر کو یا جنس کا یا کار حیات یا معاشرے میں پائی جانے والی ناانصافیوں اور بد عنوانیوں کا تذکرہ ہو یا افراد کے رویے یہ تمام چیزیں وہ اپنے افسانوں میں ڈھال لیتے تھے ڈاکٹر صاحب کے نزدیک کوئی پلاٹ نہ ہوتا تھا اور نہ ہی وہ کچھ سوچ کر لکھتے تھے بلکہ اُن کی طبیعت میں ایک لہر اُٹھتی تھی یا کسی ردِ عمل کے طور پر یا موضوع کے طور پر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔ انھوں نے ابتدائی افسانوں میں لکھنؤ کی زندگی کو موضوع بنایا مگر تقسیم ہند کے بعد جب وہ پاکستان آئے تو پھر یہیں کے کرداروں کو اپنے افسانوں کا موضوع قرار دیا۔ ان کے زیادہ تر افسانوں میں کراچی، حیدر آباد کی عام زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے ناول اور افسانوں پر فنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

"ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے رجحان کا اندازہ آپ اُن کے ناول "شام اودھ" سے لگا سکتے ہیں۔اور اُن کی صرف یہ ایک کتاب شام اودھ پر پی۔ایچ۔ڈی کی جاسکتی ہے۔افسانے اور ناول دونوں میں اُن کا ایک ہی انداز ہے۔انہیں سیکس کے موضوع پر مکمل عبور تھا اسی لئے اُنکے افسانوں میں جنسی موضوعات بھی کثرت سے ملیں گے۔لیکن ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا خاصہ یہ ہے کہ جنسیات کے موضوع ہونے کے باوجود اُس میں فحاشی آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔زبان نہایت سلیس سادہ اور بامحاورہ ہے اور اُن کو انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ایک اور بات وہ یہ کہ اُنہیں ناول لکھنے کا شعور تھا۔بہت اچھے طریقے سے لکھتے تھے کہ جس کا کچھ نہ کچھ مطلب اور آخر میں کوئی نتیجہ نکلے۔اُن کا اسلوبِ نگارش نہایت اچھوتا تھا جس نے اُن کو دوسرے افسانہ نگاروں سے ممتاز کیا۔"

[۲]

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی چونکہ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کُھلے ذہن کے باشعور انسان بھی تھے اس لئے آپ نے زندگی کے رنگوں کو اُسی طرح دیکھا جس طرح اُسے ہونا چاہئے تھا اپنا نکتہء نظر اور مقصد کے اظہار کے لئے جو ذرائع استعمال کئے اُن میں جہاں ایک طرف رنگینی بیان اور آغاز و انجام کا ایک دلکش رنگ موجود ہے وہیں پر منظر نگاری کو بھی ایک داستانوی رنگ دیا۔منظر نگاری آپ کے افسانوں کا ایک اہم جزو رہی ہے جس میں ماحول اور کائنات کی ایک خوابناک فضا کو ایک خوبصورت اندازِ بیان دیا۔ڈاکٹر صاحب کے افسانوں میں بلند پروازی اور جذبوں کی فراوانی رہی ہے۔

"ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کو چونکہ ذہنی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا شاید اسی لئے بہت اچھی کہانیاں بھی اُنکے قلم سے جاری ہوئیں افسانہ نگار کو حقیقت جیسی بھی ہو اُسکا خاکہ اُسے اپنے قلم تک محدود رکھنا چاہئے یا اس حقیقت کے پس منظر میں سماج کا جائزہ لینا چاہئے۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی اس معیار پر پورے اُترے۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی خود رقمطراز ہیں۔میرا ہر افسانہ اُس وقت کی میرے چاروں طرف کی زندگی سے متاثر ہونے پر وجود میں آیا مگر ساتھ ہی ساتھ زندگی کے تاثر کو میرے تخیل نے ایک لباس پہنا کر الفاظ میں اُتارا۔دوسرے افسانہ نگاروں کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ اُنہوں نے زندگی کو یا فلاں مقام کی زندگی کو بے نقاب کیا۔"میں پردہ کرنے والی کو بے نقاب کرنا سخت بدتمیزی سمجھتا ہوں۔مجھے زندگی کا جو تاثر ملتا ہے اور بغیر اس کے میں قلم اُٹھا ہی نہیں سکتا۔"[۳]

"ڈاکٹر فاروقی ایسی باغ و بہار شخصیت ہیں جنہیں لوگ پہلی ملاقات پر تو عجیب و غریب تصور کرتے ہیں۔اُن کے فلسفیانہ موڈ اور انداز سے نہ جانے کن کن غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔لیکن جب اُن سے تفصیلی مُلاقات کی جاتی ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ، وہ نہیں ہیں جو نظر آتے ہیں، وہ اتنے بے تکلف ہو کر باتیں کرتے ہیں کہ گھنٹوں اُن کے پاس بیٹھنے کو جی چاہتا ہے، زندگی کا اُنہوں نے بہت گہرا مشاہدہ کیا ہے اور حالات نے اُنہیں بہت کچھ سکھا دیا ہے۔پھر بھی سادہ لوحی اتنی ہے کہ دوست اور دُشمن میں کم ہی فرق محسوس کرتے ہیں۔جن لوگوں نے اُنہیں ستایا ہے یا اُن کی زندگی اجیرن کی ہے وہ برملا اُن کا نام لے لے کر سارے واقعات بتاتے ہیں لُطف کی بات یہ ہے کہ ان واقعات میں بھی فلسفیانہ رنگ ہوتا ہے وہ نفسیاتی تجزیے کرتے ہیں انسانیت کی اقدار پیش کرتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بے انتہا مُخلص ہیں۔ہر قسم کے لوگ اُن کے پاس آئے ہیں وہ اُن سے اُن ہی کے معیار کی بات کرتے ہیں۔لیکن کبھی کبھی اُن کی باتیں اتنی فلسفیانہ ہو جاتی ہیں کہ سمجھ میں مشکل سے ہی آتی ہیں۔"[۴]

آپ کی شخصیت میں رومانیت کے چونکہ جذبات بھی موجود تھے اور آپ یہ بات جانتے تھے کہ ایک رومان پرست آدمی کی راہ میں بے شمار مشکلات حائل ہوتی ہیں شاید اسی وجہ سے آپ کا مذہب سے تعلق گہرا رہا یوں شائستگی کا پہلو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا آپ کی شخصیت پہ اگر ہم غور کریں تو ہمیں یہ بات بھی سامنے نظر آتی ہے کہ بدلتے ہوئے وقت کے لحاظ سے آپ چاہتے تھے کہ عورتوں کو بھی بدلنا چاہیے اس طرح فرد کے اندر ایک انفرادی شخصیت اور طاقت کا احساس

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ہوتا ہے جو نئے جوش و ولولوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں جگہ بناتی ہے۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی محبت کے جذبے کی روایت سے زیادہ ایک نیا روپ دینا چاہتے تھے اور آپ شاداب عشق کے قائل تھے،آپ کے نذدیک عشق ایک ایسا جذبہ تھا جو زندگی کا آئینہ قرار پایا۔آپ کے ذہنی جذبات اور خواب روایات سے ہٹے ہوئے تھے اور ایک سچے فنکار کی طرح آپ یہ چاہتے تھے کہ ادب اور زندگی کا رشتہ دائمی رہے،آپ کی شخصیت جہاں ایک طرف معصومانہ سرشت کا پہلو رکھتی تھی وہیں آپ کو جوڑ توڑ اور لاگ لپیٹ کی باتیں کرنا بالکل پسند نہ تھیں آپ ساری زندگی حسن و جمال کے متلاشی رہے معاشرے میں موجود زبوں حالی اور ناآسودگی کی فضا سے ہمیشہ نفرت کی آپ کی ذات میں خلوص محبت اور گداز قلب کی ہمیشہ شمع روشن رہی گرمجوشی اور اجنبیت کے پردوں سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے،اس طرح آپ کی شخصیت نے یہ رنگ بھی اُجاگر کیا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ایک اچھے ادیب اور ایک اچھے انسان کا سنگم تھے۔

آزاد خیالی آپ کی طبیعت کا حصہ تھی اور اس بات سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے کہ مذہب کے نام پر لوگوں کو بے وقوف نہ بنایا جائے ذہنی اعتبار سے آپ کی شخصیت ہمیشہ ارتقاء پذیر رہی اچھی امیدوں کی کرنیں پیدا کیں انسانی قدر و منزلت کا تعین کرنا جانتے تھے ایک دردمند دل آپ کے سینے میں دھڑکتا تھا فطرت کے تقاضوں کو سمجھتے تھے اور اس فطرت میں شامل انسانی نفسیاتی پہلو کو اپنے پورے شعور و آگہی کے ساتھ پہچانتے تھے آپ نے اپنے افسانوں میں اس شعور کی سچائی کے سفر کو بہت خوبی اور مہارت سے بیان کیا ہم یہ دیکھتے ہے کہ آپ کے افسانوں میں کہیں کہیں روحانیت اور جذبات کے پہلو بھی در آتے ہیں، تہذیب کے اثرات کو بہت تیزی سے قبول کیا یہ اور بات ہے کہ کہیں کہیں احساس کی شدت نے آپ کو ذہنی کشمکش میں مبتلا کیا۔

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کہتے ہیں کہ۔

> "ڈاکٹر صاحب انسائیکلوپیڈیا ہیں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اپنا مقصد حل کر کے چلتے بنتے ہیں،ان میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔ بہر حال اپنی ذات سے وہ ایک انجمن ہیں۔انسان ہیں فرشتہ نہیں اس لئے ان میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔ لیکن یہ کمزوریاں ایسی نہیں جو ان کی عظمت میں حائل ہوتی ہوں۔وہ بہت دکھی بھی ہیں لیکن گئی گزری باتوں کو بھول جانے کے عادی ہیں ان کا کلیہ ہے کہ، کبھی یہ نہ سوچو ایسا ہوتا تو ایسا ہوتا۔ افسانہ لکھنے کی اُنھیں بڑی مہارت ہو گئی ہے، کوئی پہلو اُنھیں مل جائے گھنٹہ بھر میں افسانہ تیار۔ان کے ہاں مقصدیت بھی ہے اور فن بھی وہ زندگی کو قریب سے دیکھنے کے عادی ہیں۔زندگی کے تجربوں اور مطالعے نے ان کے مشاہدوں کو بڑی تقویت بخشی ہے۔یہی بات ہے کہ ان کے یہاں فنی باریکیاں نہیں ملتیں۔وہ واعظ بھی نہیں بنتے اور نشتر زنی بھی خوب کرتے ہیں۔وہ ہلکی ہلکی چٹکیاں سی لیتے ہیں۔ان کے طنز بھرپور ہوتے ہیں، وہ فلسفی ہیں اس لئے ان کے مقالوں میں گہرائی آجاتی ہے، جسے خالص علمی لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں،ان کی تیز نگاہیں معاشرے اور ماحول کی عکاسی کرتی ہیں۔تہذیبی اور تمدنی نقشے وہ بڑی چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے یورپ کے ادیبوں کو بڑی تفصیل سے پڑھا ہے۔"۵

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کی شخصیت میں کئی پہلو شامل تھے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ پہلو آپ کے ساتھ ہمیشہ چلتے رہے یعنی فطرت کی تلخیاں اور فطرت ہی کی شیرینی ساتھ ساتھ موجود رہیں۔منافقت سے دور رہے سماجی اور اخلاقی سوچ کو ہمیشہ حاوی رکھا جنسی نفسیات کو حقیقت پسندانہ روپ میں اپنی شخصیت کا آئینہ دار رکھا۔آپ کے خیال میں انسان نہیں مرتا بلکہ اس کی سوچ مرتی ہے آپ کو اپنی فطری خواہشات کو اخلاق کے دائرے میں بلند رکھنا چاہئے تاکہ زندگی کا سفر ایک خوشگوار احساس کے ساتھ رواں دواں رہے۔زندگی کے تضادات سے بچنا چاہیے ان تمام عوامل کی حقیقت پسندانہ رویوں نے آپ کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب کئے۔ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی،ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے ناول اور افسانوں پر فنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔

> "ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے رجحان کا اندازہ آپ اُن کے ناول "شام اودھ" سے لگا سکتے ہیں۔اور اُن کی صرف یہ ایک کتاب شام اودھ پر پی۔ایچ۔ڈی کی جا سکتی ہے۔ افسانے اور ناول دونوں میں اُن کا ایک ہی انداز

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ہے۔انہیں سیکس کے موضوع پر مکمل عبور تھا اسی لئے اُنکے افسانوں میں جنسی موضوعات بھی کثرت سے ملیں گے۔ لیکن ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا خاصہ یہ ہے کہ جنسیات کے موضوع ہونے کے باوجود اُس میں فاشی آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔زبان نہایت سلیس سادہ اور بامحاورہ ہے اور اُن کو انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ایک اور بات وہ یہ کہ اُنہیں ناول لکھنے کا شعور تھا۔ بہت اچھے طریقے سے لکھتے تھے کہ جس کا کچھ نہ کچھ مطلب اور آخر میں کوئی نتیجہ نکلے۔اُن کا اسلوبِ نگارش نہایت اچھوتا تھا جس نے اُن کو دوسرے افسانہ نگاروں سے ممتاز کیا۔"٦

معاشرتی اور سماجی تبدیلیوں سے ہمیشہ اردو افسانہ وابستہ رہا۔انسان کی اس دُنیا میں آمدنے کہانی کو جنم دیا اور اس کہانی کی ترتیب افسانہ کہلائی۔کہانی زندگی کے واقعات اور اس میں جاری رہنے والے تغیرات کا نام ہے۔افسانے کے عناصر میں جو عنصر بنیادی اہمیت کا حامل ہے وہ موضوع کا عنصر ہے۔یعنی انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والا ہر احساس کا مشاہدہ موضوع کہلائے گا۔زندگی جتنی وسیع ہوگی،احساسات وجذبات کا پھیلاؤ اتنا ہی گہرا ہوگا انسانی زندگی میں تضادات کی وضاحت ایک افسانہ کو پیش کرنا ہوتا ہے۔افسانہ میں مقصدیت کو ہم کتنی جگہ دیں،اس کے بارے میں اگرچہ مختلف آراء پائی جاتی ہیں لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ ہم کسی خاص نظریہ کے تحت اسے پابند نہیں بنا سکتے۔ادب چونکہ سماج کا ایک حصہ ہوتا ہے،اس لئے یہ زندگی کا نمائندہ بھی ہوتا ہے کسی افسانہ نگار کا نقطہء نظر ہی زندگی میں حرکت کا باعث بنتا ہے۔ بیسویں صدی ہندوستان کی زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہے جہاں ایک طرف پرانا نظام دم توڑ رہا تھا،وہیں سماج کچھ نئے تقاضوں کو لے کر سامنے آرہا تھا۔لوگوں میں سیاسی شعور بیدار ہورہا تھا،پھر یہ کیسے ممکن نہیں تھا کہ اردو افسانہ ان تمام حالات وواقعات سے بے خبر رہتا۔

ڈاکٹر کیومرتی لکھتے ہیں،

"دراصل یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اردو میں مختصر افسانہ اپنے روایتی اور کلاسیکی انداز میں اٹھارویں صدی میں شروع ہوگیا تھا۔لیکن بحیثیت ایک ادبی صنف بیسویں صدی ہی میں مرتب ہوئے۔اردو میں مختصر افسانے کے ابتدائی افسانہ لکھنے والے پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم کے علاوہ سجاد ظہیر نے 1932ء میں افسانوی مجموعہ "انگارے" کی اشاعت کی، جس کی اشاعت سے اردو افسانے میں نئی راہیں ہموار ہو گئیں اور اسے نئے زاویئے ملے۔اردو میں ترقی پسند تحریک کی اسی دوران ظہور پزیر ہوئی اور قریباً 1940ء تک سلسلہ تیزی سے جاری رہا۔اس عرصے میں بیشتر افسانہ نگار اپنے اپنے افسانے اسی رجحان کے تحت لکھتے رہے۔فرد اور اس کی زندگی کے مسائل ترقی پسند تحریک کا مرکزی محور تھا۔اور اجتماعیت کا موضوع اور اس کا شعور بھی ان سب فنکاروں اور افسانہ نگاروں کی نگاہ میں بڑی اہمیت کا حامل موضوع رہا۔اردو افسانہ میں 1940ء کے بعد ترقی پسند تحریک کے نظریات وخیالات مٹنے لگے اور اس میں نئے افکار نے جنم لیا۔نئے نئے پیرائے اظہار اور نئے اسالیب اردو افسانے کے پیکر میں دکھائی دینے لگے اور علامتی اور تجریدی افسانے کا دور شروع ہوا۔اردو افسانے پر مغربی اثرات کی یلغار دراصل تیسری دہائی کے آخر اور چوتھے دور کے آغاز میں دکھائی دے کر اردو کا جزو بنی۔ چیخوف اور موپساں نے اردو افسانے پر بہت اثرات مرتب کیے۔پریم چند، سعادت حسن منٹو اور راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں میں یہ اثرات بخوبی نمایاں ہیں۔اردو افسانے میں ترقی پسند تحریک کے شروع ہوتے ہی افسانہ نگاروں کی تحریروں اور ان کے افسانوں پر مغربی افسانے کی جھلک اور کرنیں دکھائی دیں۔ انگریزی زبان کے تراجم اردو ادب میں سامنے آئے اور ترجمہ شدہ مغربی افسانوں کے ذریعے یہیں کے ادیبوں اور افسانہ نگاروں نے مغربی افسانہ نگاروں سے واقفیت حاصل کی"۷

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

افسانے کا فن ایک خاص ترتیب مانگتا ہے،اور اس ترتیب میں افسانہ نگار ہمیشہ ہاں اور نہیں کے درمیان رہتا ہے۔افسانہ ایک شعور اور احساس کا نام ہے افسانے نے اپنے ارتقائی سفر میں زندگی کو بڑی آگاہی سے سمجھا اس صنف میں افسانوں کو سمجھنے کی بے پایاں صلاحیت موجود ہے،اردو افسانے نے انسانی فطرت کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ ہر قسم کی پابندیوں اور مروجہ اخلاقی قدروں اور معاشرتی خوف سے بغاوت کا راستہ بھی دکھایا اور آج بھی اپنی اس روایت پر ہمیں قائم نظر آتا ہے۔ہر عہد اپنے ساتھ جہاں نئے نئے موضوعات لاتا ہے،وہیں پر،زمانے کی تبدیل ہوتی ہوئی کروٹ کو قبول بھی کرتا ہے۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اس کروٹ کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اسے اپنے افسانوں میں بہت خوبصورتی سے پیش بھی کیا۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا زمانہ بہت حساس اور باریک بین تھا۔سماج کے بدلتے ہوئے حالات نے انہیں بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا۔زندگی کی حقیقت کو رومانی اندازِ فکر دیا۔انسانی ذات جہاں ایک طرف محور ہے،تو دوسری جانب اس ذات میں سماج کا عکس بھی نظر آتا ہے۔کوئی بھی انسان سماجی مسائل سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے سماجی مسائل کی کشمکش کو انسانی باطن کی کشمکش قرار دیا ہے۔یہ بے اطمینانی کی فضا میں بذات خود انسان ذات ہی قصوروار ٹھہرائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی لکھتے ہیں۔

> "افسانہ لکھنے کی انہیں مہارت ہوگئی ہے کوئی بھی موضوع مل جائے گھنٹے بھر افسانہ تیار۔ان کے ہاں مقصدیت بھی ہے اور فن بھی وہ زندگی کو قریب سے دیکھنے کے عادی ہیں اپنے تجربوں کو بڑی اہمیت دیتے ہیں غور و فکر ان کی عادت ہے۔زندگی کے تجربوں اور مطالعے نے ان کے مشاہدوں کو بڑی تقویت بخشی ہے،یہی بات ہے کہ ان کے ہاں فنی باریکیاں ملتی ہیں۔وہ واعظ بھی نہیں بنتے اور نشتر زنی بھی خوب کرتے ہیں وہ ہلکی ہلکی سی چٹکیاں بھی لیتے ہیں ان کے طنز بھرپور ہوتے ہیں۔وہ فلسفی ہیں اس لئے ان کے مقالوں میں زیادہ گہرائی آجاتی ہے جسے خالص علمی لوگ ہی سمجھتے ہیں۔ان کی تیز نگاہیں معاشرے اور ماحول کی عکاسی کرتی ہیں۔تہذیبی اور تمدنی نقشے وہ بڑی چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔"۸

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے افسانوں میں ایک گونجتی ہوئی انفرادیت نہیں ملتی بلکہ ایک ایسا رویہ ہمارے سامنے آتا ہے جو ہماری محفلوں کو جگمگاتا ہے،آپ کے عہد کا زمانہ بدلتا ہوا زمانہ تھا اس لئے آپ کی تحریروں میں ایک بات جو مکمل طور پر واضح ہوتی ہے وہ جذبات کی روانی میں اپنے وقار کو بہاؤ سے محفوظ رکھنا ہے۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے افسانوں میں خیالات کی رعنائی ہو یا طغیانی آپ نے ہمیشہ راہِ معتدل کو سامنے رکھا افسانوی دُنیا میں ایسے افسانہ نگار کم ہیں کہ جن کی تحریر اور شخصیت میں توازن ہو آپ کا شمار بھی انہی افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔اردو افسانے کی جس فکری سطح پر جو تجربات کئے گئے ان میں کامیابی کا ایک سہرا آپ کے سر بھی جاتا ہے۔عورت کی مظلومیت ہو یا استقامت،سماجی تضادات ہوں یا نفسیاتی الجھنیں یا وہ مصنوعی حدبندیاں جن پر ہمارا سماج فخر محسوس کرتا ہے۔آپ نے اپنے افسانوں میں اسے خصوصاً موضوع بحث بنایا آپ کے زمانے میں چونکہ قدامت پرستی کا شہرہ تھا معاشرتی تبدیلیوں کی مخالفت کی جاتی تھی اور نئی سوچ کو اور نئی دُنیا کی تلاش کی مخالفت کی جاتی تھی محبت کو فطرت کہنے والے اور سمجھنے والے کم تھے روایت پرستی کی حمایت تھی۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا قدم اس اجنبی سرزمین میں زندگی کی نئی راہیں لے کر آیا، تبدیلیوں کو بحسنِ خوبی قبول فرمایا، منظر نگاری ہو یا کردار نگاری انفرادیت ہو یا اجتماعیت یا معاشرتی تقاضے یہاں تک کہ جنسی موضوعات کا اظہار بھی کچھ اس خوبی سے بیان کیا کہ آئندہ آنے والے افسانہ نگاروں نے اس نئی اور منفرد بنیاد پر اپنی افسانوی عمارت کو قائم کرنے میں افتخار محسوس کیا۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے افسانوں کو پیش نظر رکھیں تو ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جس وقت یہ افسانے اردو افسانوی ادب کا حصہ قرار پائیں تو ان کی یہی کامیابی ایک مضبوط اور توازن کی دلیل کے طور پر سامنے آئی ان کا اسلوب زندگی کے حقائق سے پردہ پوشی کی مخالفت کرتا ہے ادب اور زندگی کو لازم و ملزوم ٹھہراتا ہے۔آپ نے نئے لب و لہجے سے آشنائی دی یوں اصلاح اور فن کے پہلو کو نقصان پہنچائے بغیر آپ نے زندگی کے پس منظر کو پیش کیا آپ کے انداز میں بعض اوقات طنزیہ پہلو بھی ملتے ہیں اور یہ طنزیہ انداز فکر افسانے کی دلچسپی میں اضافہ بھی کرتا ہے آپ کے ت

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

اختیار کئے ہوئے میدان میں کوئی بھی اس انداز سے سبقت نہ لے جاسکا کہ جس انداز سے آپ نے اپنے فن کو افسانوں میں اُجاگر کیا۔ اگر ہم تخیل مشاہدہ اور سچائی کو فن پارے کے ضروری اجزاء سمجھیں تو آپ کی تحریریں اس کلیے کی بہترین مثالیں ہیں۔

انسان اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف نوعیت کے سماجی رشتوں سے آشنا ہوتا ہے۔ بچپن میں ماں باپ اور دیگر عزیز و اقارب سے اس کا رشتہ اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ جو محبت کے ساتھ ساتھ نگہداشت اور نگہبانی کرنے والا ہوتا ہے، اس سے بڑے تمام لوگ اس کی جانب محبت سے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن اس کی ہر حرکت پر نظر رکھتے ہیں کہ کہیں نقصان نہ کر بیٹھے رفتہ رفتہ عمر بڑھتی ہے اور وہ رشتوں سے ملنے والی محبت اور نصیحت کے نتیجے میں اپنی شخصیت کو سنوارتا ہے اور عملی زندگی کی جانب بڑھتا ہے، سماج کے مختلف لوگوں سے تعلق استوار ہوتا ہے۔ طرح طرح کے لوگوں سے معاملات اور ان کے رویوں کی وجہ سے اس کے سماجی تجربے میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک وقت وہ آتا ہے جب وہ خود بڑا بن کر اوروں کی رہنمائی اور نگہداشت کے عملی تجربے سے گزرتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں ہی اپنے اپنے دائرے میں ان سماجی حالات اور مراحل سے گزرتے ہیں۔ شخصیت کی تعمیر میں فرد کی ذاتی صلاحیتوں کے علاوہ سماجی رشتے ناطے اور رویے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ انسان سے انسان کے یہ رشتے اور رویے ہی خاندان اور پورے معاشرے کی روایات، تہذیب اور ثقافت کی تشکیل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر احسن فاروقی کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کے بارے میں یہ تاثر اُبھرتا ہے کہ وہ ایک ایسے ذہین اور حساس فن کار تھے کہ انھیں اپنے سماج میں رونما ہونے والے واقعات کا گہرا شعور حاصل تھا اور ساتھ ہی ساتھ ان واقعات کو اپنے فنی ذوق کی بنیاد پر اس طرح ادب کا حصہ بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس میں ایک نیا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم ذرا غور کریں تو ہمیں اپنے چاروں جانب بے شمار کہانیاں نظر آئیں گی، ہر کہانی میں ایک الگ رنگ اور حُسن نظر آئے گا۔ اسی امتزاج کو سماج اپنے رنگ میں رنگتا ہے۔ انسان کی یہ فطرت رہی ہے کہ وہ اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے حُسن فطرت کو کچھ اس انداز میں سموئے کہ اُس کی تخلیقی فکر اپنی زندگی کو سنوارنے میں مدد دے گی۔ جب انسانی جذبات اپنے اظہار کے تمام مراحل طے کر لیتے ہیں تو گذرتے وقت کے ساتھ انسانی سوچ اور فکر میں وسعت اور گہرائی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی بھی انہی مراحل سے گزرے۔ ان کے افسانوں کے سماجی موضوعات میں وسعت اور انداز بیان میں گہرائی آتی گئی۔ رفتہ رفتہ زندگی کے ہر گوشہ اور اس کے ہر نکتہ کو اپنی فکر پر غالب کیا۔ ان کے افسانے زندگی کے حُسن فطرت اور انسانی زندگی کی معصیت اور اس کے کرب کو اپنا موضوع قرار دیتے ہیں۔ سماجی اقدار کے چند اہم زاویے احسن فاروقی کے افسانوں میں غیر محسوس طریقے سے سمٹ آئے ہیں۔ برقعے والیاں میں مرکزی کردار کا اپنے نوکر سے متعلق اور دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو اس تہذیبی اقدار سے ہمیں آشنا کرتی ہے جواب نظر نہیں آتی۔

"میں نے نوکر سے کہا۔ دیکھ میری شیروانی کی جیب میں ایک پانوں کی ڈبیہ ہے وہ نکال لا" پان کی ڈبیہ "وہ تعجب سے بولا! "یا پان کب سے کھائے لاگیو بھیا؟ وہ کمرے میں گیا اور میں کہتا رہا "ایک ڈبیہ پڑی مل گئی تھی پان بہت اچھے ہیں انہیں تو کھا لیا جائے۔"
نوکر نے ڈبیہ دیتے ہوئے کہا "مل یو ٹھیک نائی ہے۔ پڑی ہوئی ڈبیہ کے پان ماں کا معلوم ناہیں۔ جادو ٹونا ہوئے۔ آسیب ہوئے۔"9

مالک اور نوکر کے درمیان تعلق کی نوعیت سے سب واقف ہیں لیکن ایک نوکر کا اپنے کم عمر، نوجوان مالک کے بارے میں اس انداز سے فکر مند ہونا اس تہذیب اور معاشرے کی اقدار کا پتہ دیتا ہے اسی افسانے میں ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ۔

" تھوڑی دیر بعد میرا نوکر کمرے میں آیا اور نہایت تحکمانہ انداز میں بولا۔ آخر یو سب کا ہوئی رہا ہے یو جر دیں۔ کسی آوت ہیں جات ہیں رات رات بھر غائب رہا کرت ہو۔"
"تم میرا کام کرنے آئے ہو یا تالیق بن گئے"
"ہمرے باپ دادا تمرے گھر میں عمر بتائے نہ یہیں ہم اتالیق نہ بنیا تو کون بنئے۔"

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

میں جانتا تھا کہ میرے والدین اور ان سے زیادہ میرے چچا اس کی بات مانتے تھے اور اسے میرے ساتھ اس ہی لیے کیا تھا کہ وہ ایک حد میرا اتالیق بھی ہو۔"۱۰

خلوص اور محبت پر مبنی تعلق چاہے مالک اور نوکر ہی کا کیوں نہ ہو۔وہ ایک خاص رتبہ اور مقام حاصل کر لیتا ہے اور بنیادی طور پر سماج کو مضبوط کرنے میں افراد کے باہمی تعلق کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔اگر یہ تعلق کمزور ہو جائے تو دھیرے دھیرے سماج اندر ہی اندر سے کمزور ہو جاتا ہے۔فی زمانہ نو صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ خاندان کے افراد آپس میں، دیگر دوست احباب اور محلے داروں کے بارے ایک جملہ کہ " جانے دیجئے ہمارا کیا" کہہ کر ہر طرح اخلاقی اور سماجی برائی سے صرف نظر کر جاتے ہیں۔انسانی زندگی کی ترجمانی کی روایت نے بدلتے حالات اور طبقاتی کشمکش نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔اس صورتحال نے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مسائل کو جذباتیت کی حقیقت سے نہیں پرکھا جا سکتا۔کسان، مزدور اور جاگیر دار کے ساتھ ساتھ متوسط طبقے کے مسائل بھی آپ کے افسانوں کا موضوع بنے۔ ان کے افسانوں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

"انہوں نے اپنے ہاتھ ملے اور پھر ٹھنڈی سانس بھر کر بولے، اگر میرے اولاد ہوتی تو ان نتیجوں کو تھوڑی پہنچتا، اور پھر چپ ہو گئے، میں بھی خاموش رہا۔ان کے چہرہ کا عجیب رنگ ہو گیا۔کئی دفعہ انہوں نے، اوہ اوہ، کہا اور پھر آنکھوں سے آنسو پونچھ کر بولے۔میرے لڑکے ہوتے تو اس وقت بڑے عہدوں پر بھی ہوتے اور ماں کا وثیقہ بھی پاتے۔آخر منر و صاحب تھے، ڈپٹی کمشنر، ان سے مجھ سے ملاقات تھی ہی۔نہ معلوم کتنوں کو میں نے سفارش کر کے نائب تحصیلداری دلادی، قانون گو کرا دیا۔اب وہی ہیں وہ حرامزادے کبھی ادھر کا رستہ نہیں نکلتے۔ان کی جگہ پر میرے لڑکے ہوتے ان کی ماں کی طرف کا وثیقہ میں وصول کر لیا کرتا اپنے خرچ کرتا ان کو کیا پرواہ ہوتی۔"۱۱

احسن فاروقی کا افسانہ "پتھر" قیام پاکستان کے دوران رونما ہونے والے فسادات کے تناظر میں ایک ایسی عورت کی کہانی کو پیش کرتا ہے جو اپنے عہد کی سماجی روایات کے بوجھ کو مجبوراً برداشت کرتی ہے۔ایسی روایات جو سماج کے کسی بھی فرد سے اس کے بنیادی انسانی حقوق کو چھین لے، منفی جذبات کو پروان چڑھانے کا باعث بنتی ہیں۔

"نہیں! مرد کو مجھ سے بہت جلد نفرت ہو جاتی ہے میرا میاں مجھ سے نفرت ہی کرتا تھا۔شادی زبردستی ہی کر دی گئی تھی۔فسادات کے ڈر کے مارے، اسے مُجھ سے کوئی لگاؤ نہیں ہوا۔میں سوچتی ہوں کہ مجھ سے نفرت کی وجہ سے یا تو اُس نے فسادات میں پڑ کر جان دیدی یا پھر پاکستان میں اپنے کو ایسا گم کر دیا کہ کسی کو پتا نہ لگا۔میں نے پانچ برس اس خیال میں گزارے کہ اگر اس کو مجھ سے ذرا سی بھی محبّت ہے تو ضرور آئے گا۔جب وہ غائب ہوا ہے تو لڑکی پیٹ میں تھی اگر اسے دیکھ لیتا تو شاید اس کی محبت میں واپس آتا یا اگر مارا گیا تو اپنے کو ہلاکت سے بچاتا۔خیر پانچ برس میں مجھے اس کے نام تک سے نفرت ہو گئی۔"۱۲

سماجی رشتوں ناتوں میں بندھی ہوئی عورت کیا ہوتی ہے اور وہ کس طرح اس سماج کے چند مشکل فیصلوں کا بوجھ اٹھاتی ہے اس کا ادراک ان افسانوں کے مطالعے سے ہوتا ہے۔رنڈی اور برقعے والیاں کے عنوان سے تحریر کئے گئے افسانوں کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

"صورت شکل کی قیمت شادی نہیں ہے۔میں دیکھ چکی ہوں میاں، کیسی ہی صورت ہو کچھ دن بھاتی ہے پھر الگ کر دی جاتی ہے۔شادی کے بندھن اور ہوتے ہیں جو مجھے میسر نہیں ہیں۔ہاں اگر میں اپنے مزدور کے گھر رہتی اور اس سے یہ لڑکی ہوتی تو سب بندھن سلامت ہوتے۔میں نے سب سوچ لیا ہے۔میری ماں نے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.2 2024

میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ بھی ظلم کیا تھا۔اور اگر اس کے کوئی لڑکی ہوئی تو اس کے ساتھ بھی۔ یہ سلسلہ قیامت تک چلا۔"۱۳

"اے میں تو ان کے تلوے کے برابر بھی نہیں ہوں۔ تو ہاں ہمارے ابا جانی کا خیال تھا کہ لڑکیاں ہمیشہ غریب کو دے۔ تو ایک نوکر پیشہ تھے ان کے ساتھ ان کی شادی کر دی گئی۔ مگر وہ مردوا کوئی کمینہ تھا ہمارے گھر پر اعتراض جڑتا تھا۔ اس سے نہ بولا، اس سے کیوں نہیں، ایسے کپڑے نہ پہنو، یہ نہ کرو، وہ نہ کرو، باجی بے چاری عاجز آکر دق سے مر گئیں۔۱۴

احسن فاروقی نے عورتوں کے حوالے سے تصویر کا صرف ایک ہی رُخ پیش نہیں کیا بلکہ دوسرا رخ بھی پیش کیا ہے۔ یعنی خود اس ذات کے کئی زاویے خاندان کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ عورت سماج کی تعمیر کا ایک اہم ترین حصہ ہے لیکن اس شخصیت کے کچھ زاویے بعض اوقات اس نظام کو متاثر کر رہے ہوتے ہیں۔

"اس عورت نے میری زندگی جہنم کر دی تھی۔ خدا اسے جنت نصیب کرے۔ ہاں میری زندگی تو جہنم کر دی تھی۔ اور اسی پر کیا بس تھا میری والدہ نے میرے والد کی زندگی جہنم کر دی تھی اور میری ساس نے میرے سسرے کی۔ سب ہی عورتیں ایسا کرتی آئی ہیں۔ سب یہی کرتی تھیں۔ تب ہی تو غالب نے کہا، بآدم زن، بشیطان طوقِ لعنت، خدا نے ہماری عدول حکمی کی یہی سزا مقرر کی تھی، ہمارے گلے میں عورت کا طوق، شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق۔"۱۵

"اب کیا رہ گیا ہوگا' نواب صاحب کہہ گئے، اب تم بھی ختم ہو گئے ہماری طرح اب ہوس رہ گئی ہوگی حسرت بھی کیسی کیسی یاد آتی ہے۔ اب کیا ہے گھر میں کوئی نہیں رہ گیا۔ بچے بالے سب تین تفرقہ ہو گئے، یہ کھنڈر ہے دیکھ رہے ہو یہ بھی لالہ جی کا مال ہو گیا۔ میری زندگی تک میرا ہے۔ اُدھر کا حصہ تو لالہ نے توڑنا شروع کر دیا ہے۔ دوکانیں وغیرہ بنائیں گے، یہ پائیں باغ ہے، یہ بھی کھاڑ بھنکار ہے تم دیکھ ہی رہے ہو۔ ادھر کا یہ دالان بس میرا سمجھو اور وہ ستارا ہے میری امی جان کی خریدی ہوئی لونڈی وہ کام کاج کر دیتی ہے اور پڑ رہتی ہے میرے پاس۔ وہ بھی بڈھی ہے۔ اس کے پاس لیٹنے سے کچھ پیٹھ ہی گرم رہتی ہے۔ اور کیا ہے میاں اکی خاجے ضامن کے مہینے میں اسی پورے ہو کے اکاسیواں 81 برس لگے گا۔ والد مرحوم چھ کم سو برس کے ہو کے مرے تھے۔ بھئی میرا تو اب جینے کو جی نہیں چاہتا۔"۱۶

ان چند جملوں میں سماجی رویوں کے بارے میں جو شکایت اور اپنی خواہشات کے بارے میں جو کسک موجود ہے وہ قاری کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ ہم اپنے سماج میں کیا کچھ دیکھنے پر مجبور ہیں۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے افسانوں میں موجود ہم نفسیاتی محرک پر نظر ڈالیں تو جو پہلو ہمارے سامنے آتا ہے وہ درد کا پہلو ہے کیوں کہ درد اور تکلیف ہی ایک ایسا عنصر ہے کہ جو زندگی کے ساتھ لازم وملزوم ہے لہٰذا اس کیفیت کا درست ادراک ہی اس کی اثر پذیری کا تعین کرتا ہے۔ دکھ اور غم کی کیفیت منفی اور مثبت دونوں نتائج انسانی نفسیات پر مرتب کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے خود نمائی اور خودداری کے محرکات کو اپنے افسانوں میں نہ صرف نہایت خوبی سے بیان کیا بلکہ اُن کیفیات کو بھی بیان کیا کہ جس کی بناء پر ہم اُنہیں ایک مختلف کیفیات میں اُجاگر کر سکتے ہیں۔ کسی بھی عمل کی شدت سے مراد اس کی قوت ہے۔ احسن فاروقی نے اس عنصر کو بہت وسعت دی۔

اگر ہم ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا افسانہ "چاروں" کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ پہلو بہت نمایاں نظر آئے گا۔

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

"ہاں وہ چاروں مجھ سے محبت کرتی ہیں اور ہیں اور میں بھی ان چاروں کو برابر چاہتا ہوں چاروں سے شادی کرلوں ہاں چاروں الگ الگ گھروں میں رہیں اور میں جب جی چاہے جس کے یہاں رہوں۔ مگر یہ اقتصادی سوال ہے بڑا خرچہ ہوگا۔ ناممکن ہے۔ اور آج کل کچھ اچھا بھی نہیں سمجھا جاتا۔ نہیں کسی ایک کو چھانٹ لینا چاہئے مگر باقی تین کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ میں کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتا۔ سب مجھ سے محبت کرتی ہیں چاروں مجھے برابر چاہتی ہیں۔ ایک کو دوسری کی خبر نہیں ہے۔ ایک دوسری کو جانتی بھی نہیں۔ مجھ ہی کو سب جانتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ میں بس اسی ایک سے محبت کرتا ہوں۔ اگر میں ایک سے شادی کروں تو دوسروں کو کتنا تعجب ہوگا۔ آئیں میں جانتی بھی نہیں تھی کہ یہ ایک چھپی بیٹھی تھی۔ کتنا دھوکہ اور جیسی لڑکیوں کی عادت ہے وہ مُنہ چھپا چھپا کر روئیں گی۔ نہیں۔ نہیں۔ میں ان میں سے کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ میں سب کو برا بر چاہتا ہوں۔ میں نہیں طے کر پاتا کہ کس کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔"۱۷

مندرجہ بالا افسانے میں جہاں ایک طرف ہمیں اقتصادی حالات کا پتہ چلتا ہے وہیں پر معاشرتی و جذباتی پہلو بھی نمایاں ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک ایسا کردار سامنے آتا ہے جہاں ایک فیصلے کی قوت نہیں رکھتا وہیں پر اُس کی منافقت بھی سامنے آتی ہے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے اس افسانے میں اُس کی منافقت بھی سامنے آتی ہے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اس افسانے میں اس نفسیاتی پہلو کو ہمارے سامنے رکھا جس میں اگر انسان اپنی جبلت پر مجبور ہے تو دوسری طرف ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے افسانوں میں متوسط طبقے کی زندگی کے نفسیاتی پہلو بھی ہمیں نظر آتے ہیں جس میں ایک طرف سطحی تعلق ہے تو دوسری جانب شعور کی منازل بھی ہمیں نظر آتی ہیں آپ کے سامنے احساس اور غم کی شدت اور دردمندی کے رجحانات بھی ملتے ہیں انسان کی اپنے ماحول سے بے زاری اور اس کی اندرونی ذہنی کیفیات کے جلوے اُس کی ذہنی کیفیات کی عکاسی کرتے ہیں انسان کی نفسیاتی اُلجھنیں اور پریشانیاں ایک طرف تو اُسے زیادہ سوچنے پر مجبور نہیں کریں تو دوسری جانب اس کا اُلٹ بھی سامنے آتا ہے یعنی انسان کی گمراہی اور بے چارگی اُسے زیادہ تر زندگی میں موجود مسائل اور مسشکلات اُسے زندگی کے ٹھوس حقائق کی جانب راغب کرتے ہیں، ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اپنے افسانے "انتخاب" میں ان کیفیات کو کچھ یوں بیان کیا۔

"عرصے تک اسے ہر لڑکی سے برابر دلچسپی رہی۔ ہر لڑکی کو ایک مناسب شوہر کی تلاش تھی۔ اور اسے بھی ایک مناسب بیوی چاہیے تھی۔ کیا سچ مچ ایک بیوی چاہئے تھی؟ نہیں وہ سب کو چاہتا تھا۔ واجد علی شاہ کی طرح تین سو پینسٹھ بیویاں ساتھ رکھنے کی تمنا کرتا جتنی بھی اُس نے دیکھی تھیں سب سے ایک ساتھ شادی رچا دیتا اور جو جو آگے دیکھتا جاتا اُن کو اپنے حرم میں شامل کرتا جاتا ایسا حرم حقیقت میں بنانا ناممکن تھا مگر اپنے تصور میں اُس نے بنا ڈالا تھا۔ راتوں کو سارا عالم سوتا ہوتا، اور چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوتا وہ اپنے بستر پر لیٹا ہوا اپنا رنگ محل بناتا----- وہ ہر ایک کی طرف دوڑتا۔ ہر ایک اُس سے خوش ہوتی ہر ایک سے وہ خوش ہوتا اور اسی خوشی کے عالم میں سو جاتا اور خوش آئند خواب دیکھتے دیکھتے صبح ہو جاتی۔"۱۸

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی مغربی افسانہ نگاروں سے بھی متاثر رہے اور ان سے متاثر ہونے کے باوجود افسانہ نگاری کی روایت میں انفرادیت کو قائم رکھنے کی بھی کوشش مسلسل نظر آتی ہے۔ نوجوانی عمر میں جب کہ انسان جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں سے گزر رہا ہوتا ہے اور فکری پختگی کی منزل تک نہیں پہنچا ہوتا۔ اس ذہن میں متواتر ایسے خیالات پیدا ہو رہے ہوتے ہیں جو کہ اس کی خواہش اور جذبات کے تابع ہوتے ہیں۔ ان خیالات کا، ان جذبات کا محرک محض اس عمر سے وابستگی ہی نہیں بلکہ سماجی طور پر موجود قدغن اور گھٹن سے بھی ہے۔ یعنی سوچ اور فکر کے دھاروں کو جو ناپختگی کی اس عمر میں ایک فطری عمل ہے کو مناسب رُخ نہ دینے کے باعث ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر احسن فاروقی کا افسانہ "چاروں" کی کہانی کے تانے بانے دراصل اس عمر کی نفسیات کا صحیح عکس پیش کرتے ہیں۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

"لوگ کہتے ہیں" کتنی دیر حسین، ہائے کتنی حسین میں کہتا ہوں کتنی دیر حسین کوئی حسین ہوتی ہے یا نہیں یہ خدا جانے۔ میرا تجربہ تو کہتا ہے کہ کچھ دیر کے لئے ہر عورت حسین لگنے لگتی ہے۔ چالیس قدم کی دوری پر ہر عورت حسین معلوم ہوتی ہے مگر جوں جوں قریب آتے جایئے وہ حسن غائب ہوتا جاتا ہے تین یا چار قدم کی دوری پر ہزار میں ایک ہی ہوتی ہے جو حسین رہ جاتی ہے اور اس کا بھی حسن جتنی تیزی سے اثر کرتا ہے اتنا ہی جلدی غائب بھی ہو جاتا ہے جتنی جلدی اور جتنی زیادہ خوبیاں دکھائی دیتی ہیں اتنی ہی زیادہ خرابیاں جلدی سامنے آنے لگتی ہیں وہ بھی دیکھیں جو حسینانِ روزگار مشہور تھیں مگر دیکھتے ہی جی بول اُٹھا ہائے کتنی حسین مگر آنکھ گڑو کر دیکھا تو نظر آیا کہ یہ کمی ہے اور وہ خرابی ہے اور اب ان ہی کی طرف نگاہ گئی اور وہ نظر سے اُتر گئیں۔"۱۹

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے نفسیاتی رویے ان کے افسانوں پر اور ان کی اپنی شخصیت پر دیرپا ثابت ہوئے وہ زندگی کا جو مثالی تصور رکھتے تھے اور بُرے انسانوں کو کیفر کردار تک دیکھنا چاہتے تھے اگرچہ کہ اس میں ایک جذباتیت کا رنگ بھی رہا لیکن وہ کسی کی ناراضگی یا انتقام سے بے نیاز رہے۔

"میں یہ سب کچھ نہیں سمجھتا بس یہ جانتا ہوں کہ میں کسی صورت سے نفرت نہیں کر سکتا ہر ایک سے جو قریب آجائے زیادہ رغبت ہو جاتی ہے احاطے کی نا معلوم کتنی عورتوں سے رغبت ہوئی ہے ایک کو دیکھنے کے لئے کتنے چکر لگائے۔ انھیں تانکا جھانکا، باتیں ملائیں مگر وہ کبھی آگے بڑھ کر نہ آئیں نہ مجھ سے آگے بڑھا گیا ہمیشہ یہ سوچتا رہا کہ کوئی آپ سے میرے پاس آجائے۔"۲۰

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کی افسانہ نگاری دو متضاد عناصر کے تصادم کا نتیجہ بھی رہی ہے آپ نے اپنے بعض افسانوں میں اندرونی اضطراب کے ساتھ ساتھ جو ذہنی کشمکش کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ اس نے زندگی کے نئے رُخ متعین کئے ہیں آپ نے اپنے بعض افسانوں میں ذہنی انتشار کی کیفیات کو بھی بیان کیا۔ اس کے علاوہ بعض اوقات معاشرے کے ردعمل نے احسن فاروقی کے اندر ماحول سے بے زاری پیدا کر دی تھی اگرچہ کہ وہ اس بے زاری کو سمجھنے سے قاصر تھے شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے کسی ایسے گناہ کے احساس کو چھپانا چاہتے تھے اور اس سے فرار کے لئے کبھی کبھار کچھ خیالی دُنیا بھی بسا لیتے تھے آپ کا ذہنی اضطراب اور تکمیلی کا احساس ذہنی اُلجھنوں اور داخلی ناآسودگی کا سبب رہا۔ ڈاکٹر عزیز فاطمہ کہتی ہیں۔

"ڈاکٹر محمد احسن فاروقی افسانے میں جنسی رجحان کا تجزیہ کرتے ہوئے اسے جدید عہد میں جدید ذہن کی ایسی بغاوت سے تعبیر کرتے ہیں جو قدیم عہد میں جاگیردارانہ نظام کے خلاف صوفی شعراء کی بغاوت سے مماثل ہے۔ قدیم صوفی شعراء کے ہاں انقلاب کا کوئی واضح تصور تو موجود نہیں تھا لیکن جاگیرداری استحصال کے مقابلے میں انسان دوستی اور ارباب اقتدار سے عدم تعاون کا رویہ ان کے جذباتی کیتھارس نئے انقلابی ذہنوں کو جنسی بغاوت کی صورت میں باہم پہنچا، اسکی بدولت اُنھوں نے جہاں اپنے لئے ایک گوشہ عافیت تلاش کیا وہاں بولتے ہوئے تناظر میں اپنا ترقی پسندانہ رول بھی ادا کیا۔"۲۱

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے ایک نئے طرز احساس کا نفسیاتی رُخ اپنی پوری شدت کے ساتھ اپنے افسانوں میں پیش کیا اور تبدیل ہوتے ہوئے معاشرتی عوامل کے گہرے شعور کو جاننا ہر فرد کے لئے لازم قرار دیا یہ صحیح ہے کہ اس طرح زندگی میں کچھ نہ کچھ کمی رہ جاتی ہے لیکن نفسیاتی نقطہ ء نظر سے فرد کے جذبات احساسات اس کا ادراک بلند سطح پر قائم ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے نفسیاتی نقطہ ء نظر سے ایک نئی سوچ اور فکر عطا کی، کہانیوں میں معاشرتی گھٹن اور دقیانوسیت کے خلاف شدید ردِ عمل پیدا کیا۔ ہر مسئلے کا حل جذبات سے زیادہ فکری نقطہ ء نظر کے تحت حل کرنے پر زور دیا۔ معاشرتی نظریات سے زیادہ مزاج پر زور دیا۔ جس سے انہوں نے افسانوی دُنیا میں ایک نئی اساس کو جنم دے کر معاشرے کی نفسیات کو اپنے تخیلات کا جامہ پہنایا۔ اور اسے ادب کی نئی رعشن اور درخشاں

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

راہوں سے ایک نئے اور دلچسپ انداز میں متعارف کرایا۔ جس سے قاری کے دل ودماغ میں ان کے افسانوں میں موجود نفسیاتی کیفیات اور جذبات کا بغور جائزہ لینے کو موقع ملے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کی شخصیت میں جو محبت اور خلوص کا رنگ تھا اُس نے نہ صرف ایک اچھے انسان کو جنم دیا بلکہ نئے دور کی نئی سوچ کو بھی قبول کیا اُس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ انسان شرم کا دامن بھی نہ چھوڑے تہذیب واقدار کا خیال رکھے شائستگی کو اپنائے خود اعتمادی کی دولت سے مالا مال ہو اور کوشش کرے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ دے۔ روشن خیالی کو اسطرح اپنائے کہ ذہن کی وسعت میں اضافہ ہو اس طرح انسان انفرادی حیثیت سے نہ صرف طاقت کا احساس کرتا ہے بلکہ نئے ولولے اور نئے جذبوں کے ساتھ ایک معاشرے میں جگہ بھی بناتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر ان کا مطالعہ بے حد وسیع تھا عشق کو حاصل زندگی اور خوش مزاقی کا آئینہ قرار دیتے تھے آپ کے افسانوں میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیاسی و معاشرتی زندگی نے ہر فرد کو نہ صرف سوچنے پر مجبور کیا بلکہ ہر فرد اپنی ذمہ داری بھی محسوس کرتا ہے آپ کے افسانوں کا یہ تصور فطرت کے رخ کے نہ صرف مطابق ہے بلکہ ایسی فضا بھی معین کرتا ہے جس سے فرد اپنی فکر کو خارجی حالات وواقعات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔

> "سند یافتہ کہیے مگر سند یافتہ تو مجرم کو کہتے ہیں۔ہاں ڈگری یافتہ کہیے، ڈگری یافتہ ہی کہیے۔ تعلیم یافتہ تو میں ہر گز نہ کہوں گا کیوں کہ اُن کی تعلیم بھی کیا ہوتی ہے کیا تربیت ہوتی ہے کچھ نہیں۔ہاں ایک ڈگری مل جاتی ہے ایک تمغہ کی طرح گلے میں لٹکا دی جاتی ہے اور ہر قسم کی بد تمیزی اور ہر قسم کی جہالت ہر قسم کی ضلالت اور ہر قسم کی ذلالت ان سب سے معمور ہو جاتے ہیں ان ڈگری یافتہ کو بلا بات کہیے شیطان کہیے جو چاہے کہیے۔ خدا بچائے ہمارے گھر پر بھی یہ آسیب نازل ہو گیا بس کیا بتائیں۔"۲۲؎

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی، ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے افسانوں کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

> "وہ زندگی کو قریب سے دیکھنے کے عادی ہیں۔زندگی کے تجربوں اور مطالعہ نے ان کے مشاہدوں کو بڑی تقویت بخشی ہے یہی بات ہے کہ اُن کے یہاں فنی باریکیاں ملتی ہیں وہ واعظ بھی نہیں بنتے اور نشتر زنی بھی خوب کرتے ہیں وہ ہلکی ہلکی چٹکیاں سی لیتے ہیں اُن کے طنز بھرپور ہوتے ہیں وہ فلسفی ہیں اس لئے اُن کے مقالوں میں زیادہ گہرائی آجاتی ہے جسے خالص علمی لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں اُن کی تیز نگاہیں مُعاشرے اور ماحول کی عکاسی کرتی ہیں تہذیبی اور تمدنی نقشے بڑی چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔۔۔۔۔زندگی کا انھوں نے بہت گہرا مشاہدہ کیا ہے اور حالات نے انہیں بہت کچھ سکھا دیا ہے پھر بھی وہ سادہ لوحی اتنی ہے کہ دوست اور دشمن میں کم ہی فرق محسوس کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے اُنھیں ستایا ہے یا ان کی زندگی اجیرن کی وہ برملا ان کا نام لے کر سارے واقعات بتاتے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ ان واقعات میں بھی فلسفیانہ رنگ ہوتا ہے۔"۲۳؎

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اپنے افسانوں میں جذبہء محبت کے تعلقات ایک نئے رنگ میں پیش کئے اگرچہ کہ آپ یہ بات جانتے تھے کہ ہمارا معاشرہ اس رنگ کو قبول نہیں کرے گا لیکن پھر بھی زندگی کے اس تصور کو بڑے جذباتی انداز سے پیش کیا آپ اس کا گہرا ادراک رکھتے تھے۔ آپ کے افسانوں کی فکری اور تعمیری سوچ نے نہ صرف ہمارے معاشرے پر اثرات مرتب کئے بلکہ ایک تحریک کی شکل بھی نمایاں کی آپ جانتے تھے۔ کہ ایسے معاشرے میں انسان کی روح کو بری طرح کچلا جاتا ہے اور اس تصور کی فکر کو قبول کرنے والے افراد ہر وقت بے چینی کا شکار رہتے ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے افسانوں میں نہ صرف غور و فکر کرنے کی تعلیم دی بلکہ حوصلہ مندی سے جینا بھی سکھایا۔ معاشرے کے عروج وزوال کے تصور کو سمجھا اور اس کے اثرات محسوس کئے، ذہنی اعتبار سے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی ہمیشہ ارتقاء کی جانب گامزن رہے بدلتے حالات نے اُنھیں دکھ تو دیئے لیکن اپنے افسانوں کے ذریعے انھوں نے اس میں کچھ اچھی امیدوں کی کرنیں بھی پیدا کیں۔ آپ کے افسانوں میں پائے جانے والے یہ تصورات زمانے کی تغیر پذیری کو پہلے ہی سے بھانپ لینا ان کا خاصہ تھا، اگرچہ کہ بعض افسانوں میں آپ کے تصور کسی حد

تک غیر فطری بھی رہے۔ لیکن پھر بھی سماجی اور معاشرتی دائرہ کار سے باہر نہ ہوئے افراد کی بدلتی ہوئی سوچ اور اس میں پائی جانے والی تبدیلیوں کے تصورات و احساسات نے کہیں شدت اختیار کی تو کہیں دھیما پن زندگی کی یہ ذہنی کشمکش مایوسی و بے مقصدیت کا احساس بھی دلاتے ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے افسانوں میں جس طرح معاشرتی انحطاط سے متاثرہ افرد کے کرب کو محسوس کیا اسی طرح اسی فرد کی زندگی کے ایک ایک جُز کو پرکھا یوں آپ نے اپنے افسانوں میں اس تصور کو پیش کیا کہ اس کائنات میں کہیں خوشگوار زندگی کی لہر موجود ہے تو کہیں دُکھ اور درد کے احساسات و جذبات بھی پنہاں ہیں۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے روحانیت اور جذباتیت کے تصورات کو کبھی بھی حقیقت سے بلند نہیں کیا زندگی کے تلخ تجربات نے انھیں تخیل پرست بھی بنایا اور آپ کے افسانوں کے تصور کا یہ عنصر کچھ ایسا رہا کہ اس میدان میں دوسرے افسانہ نگار آپ سے سبقت نہ لے جا سکے مستقبل کی تعمیر کا پورا احساس کیا، شعور کی یہ تشکیل اور زندگی کے ان تجربات نے انھیں انسانیت کے رنگ دکھائے۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا فنی شعور اور زاویہ ء نگاہ نے انھیں بعض اوقات باغی بھی کہلوایا۔ غیر ضروری تنقید نے ان کی زندگی میں جہاں ایک طرف مسائل پیدا کئے وہیں پر دوسری طرف اس سے پیدا ہونے والا شعور اور عمل نے سماج کو ایک بہتر انسان مہیا کیا۔ آپ کے افسانوں میں پایا جانے والا یہ تصور بھی گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اپنی فنی پختگی اور شعوری سطح کو پہنچا آپ کے افسانوں میں بعض اوقات تھکن کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن اس تھکن یا مایوسی میں کبھی بھی شخصیت حاوی نہ آئی بلکہ ایک روشن اور درخشاں مستقبل ہی نظر آیا اس تصور نے ایک نقطہ ء نظر پیش کیا اس فکری سوچ نے کئی روپ ہمارے سامنے پیش کئے پاکیزگی کا احساس دیا جو بعض اوقات دھندلاہٹ میں چھپ گئی اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ معاشرے میں پایا جانے والا عدم احساس و عدم توازن نے پوری طرح گرفت میں رکھا لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے افسانوں میں غیر محسوس طور پر محبت کو بانٹا۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا تصور نئے دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوا نظر آتا ہے جس نے ان کے افسانوں کو توازن کا اور کبھی گھٹن کا احساس نہ دیا فطرت سے محبت رکھی انسانی بنیادی ضروریات کو سمجھا اور جس کی اجازت معاشرے نے دی اس میں میانہ روی کو برقرار رکھا کبھی بھی فطرت کے تصور کو افسانوی رنگ نہیں دیا بلکہ اسے ایک ایسا میدان مہیا کر کے دیا جہاں زندگی قریب سے قریب تر ہوتی ہوئی محسوس ہوئی بدلتے ہوئے حالات کے تصور نے زندگی کی نئی راہوں کو اپنے افسانوی تصورات کی کہکشاں سے سجایا۔

حوالاجات

۱۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی، اردو افسانہ، فن، ہنر اور متنی تجزیے، ص، ۴۲

۲۔ ڈاکٹر انوار احمد، احسن فاروقی ایک مقدس دیوانہ، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، ص، ۲۲۹

۳۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، برقعے والیاں، افسانہ، کردیا، مسعود اکیڈمی سکر، ص، ۳

۴۔ ڈالٹر حسرت کاسگنجوی، نگارِ پاکستان، احسن فاروقی شخصیت اور فن کے آئینہ میں، ص، ۵۳

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ ڈاکٹر محمد کیومرثی، اردو فارسی افسانہ، تجزیاتی و تقابلی مطالعہ، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، ص ۹۔۱۰

۸۔ محولہ بالا، احسن فاروقی شخصیت اور فن کے آئینہ میں، ص ۵۱۲

۹۔ محولہ بالا، برقعے والیاں، افسانہ، کردیا، فنون، شمارہ نمبر ۶، ص، ۲۳۔۳۳

۱۰۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، تخم مخمل، ماہنامہ، فنون، شمارہ نمبر ۹، ص، ۷۹

۱۱۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، لچّی، ماہنامہ، فنون، شمارہ نمبر ۶، ص، ۱۹۱

۱۲۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، رنڈی، ماہنامہ، فنون، شمارہ نمبر ۶، ص، ۶۳

۱۳۔ محولہ بالا، برقعے والیاں، افسانہ، کردیا، فنون، شمارہ نمبر ۶، ص، ۲۲

۱۴۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، زندگی جہنم، ماہنامہ، فنون، شمارہ نمبر ۶، ص، ۷

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

۱۵۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، افیمی بندر، ماہنامہ، فنون، شمارہ نمبر ۶، ص، ۷
۱۶۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، نیا مثلث، ماہنامہ، سیپ، ص، ۸۵
۱۷۔ ایضاً، ص ۴۵
۱۸۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، انتخاب، ماہنامہ، سیپ، ص ۴۸
۱۹۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، کتنی دیر حسین، ماہنامہ، سیپ،، ص، ۱۳۴
۲۰۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، پاک محبت، ماہنامہ، سیپ، ص ۳۵
۲۱۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، عشق کا دوران، ماہنامہ، سیپ، ص، ۳۲
۲۲۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، شیطان کی ہستی، ماہنامہ، سیپ، ، ص، ۳۲
۲۳۔ ڈاکٹر محمد احسن فارقی، باباجی کی کرامت، ماہنامہ، سیپ،، ص، ۱۵